

URDU – RIGHTS OF DHIMMIS ACCORDING TO ISLAM

اسلام کی روشنی میں ذمیوں کے حقوق - URDU

Dr. Naheed Arain

University of Sindh Jamshoro, Pakistan

Dr. Abdul Waheed Inder

Shah Latif University, Khairpur, Pakistan

ABSTRACT:

Islam is a religion of mercy for all the people - Muslims as well as non-Muslims. The Prophet ﷺ was described as being a mercy in the Quran because of the message he brought for humanity – Islam- (which means ‘peace’). God has created human beings with a dignity, Muslims and non-Muslims alike, and has elevated their status above much of His other creation. God says in the Quran: "We have honored the children of Adam; provided them with transport on land and sea; given them for sustenance things good and pure; and conferred on them special favors, above a great part of Our creation." (Quran 17:70)

Islam guarantees full rights to non-Muslim populations as long as they remain peaceful and adhere to what has been agreed with them. And if they do not remain peaceful and break their covenants and agreements, even then they are to be treated in a way that is best for the society in general. We therefore see people subscribing to other religions living with full civic rights under the Muslim rule through-out the history, be it India, Palestine, Al-Andulus or any other area. Infact the golden peiod of Jewsih history in terms of stabilization and advancement of learning was achieved when they were living under the Muslim khilafah. Non- Muslim populations living within Muslim communities were granted peaceful and prosperous life and were guaranteed security for their lives and properties, and were given the appellation of "ahl al-Dhimma" which denotes those people with whom Muslims have an agreement or the responsibility of their personal safety and security of their property.

The basic guidelines which were laid by the Prophet ﷺ in the early years of Islam in Madinah, where he established a city-state and formed a blueprint of how Muslims should deal with Christians and Jews ((among many other adherents of different religions). Granting minority rights to different religious groups through pledges, documents and mutual agreements created a healthy atmosphere for the development of both spiritual and material growth of the different religious groups living under the Islamic rule.

In this article, we have provided a summary of the rights the Ahl al Dhimma are entitled to under the Islamic governments.

Keywords: Rights of minorities, Islamic law, Non-Muslims under Islamic government

یہ صرف اسلام ہی کی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے نہ صرف معاہدہ کرنے والے غیر مسلموں سے بلکہ مقابلے پر آنے والے دشمنوں سے بھی حسن سلوک کا حکم دیا۔ دشمنوں کے حقوق رکھے اور وہ بھی آجکل کی حکومتوں کی طرح کاغذی حقوق نہیں بلکہ واقعی اور عملی۔ اپنے پیروکاروں کو ان کو پورا کرنے کی سخت تاکیدیں اور خلاف ورزی کرنے پر انتہائی وعیدیں سنائی ہیں۔

اللہ پاک فرماتے ہیں:

لَا يَجْرُ مِنْكُمْ شَنْئَانٌ قَوْمٌ عَلَى أَنْ لَا تَعْدِلُوا عَدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى "1"۔

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَفْتُلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ "2"۔

اس میں عین میدان کارزار میں جو لوگ مسلمانوں کی جان لینے کے لئے سامنے آتے ہیں ان کے حق میں قرآن کی یہ ہدایت ہے کہ ان پر بھی کوئی زیادتی نہ کرو جس کی تفسیر ان احادیث میں ہے جن میں اسلامی لشکر کی روانگی کے وقت ان کو دی ہوئی ہدایات کا بیان ہے ارشاد ہے:

انطلقوا بسم الله و على ملة رسول الله لا تقتلوا شيخا فانيا ولا طفلا ولا صغيرا ولا امرأة ولا تغلوا (ابوداؤد) وفی رواية لامام احمد ولا تغدرو ولا تمثلو

اسلامی مملکت کے غیر مسلم باشندے:

اور جو غیر مسلم اسلامی مملکت کے باشندے ہیں یا مسلمانوں سے کوئی معاہدہ کیا ہے ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات حسب ذیل ہے

الا من ظلم معاھدا او انتقصه او کلفھ فوق طاقته او اخذ منه شیئا بغير طبیب نفس منه فانا حجيجه يوم القيامة رواه ابو داود والبيهقي في السنن عن عدة من ابناء الصحابة عن اباہم "4"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

منعنی ربی ان اظلم معاھدا ولا غیرہ "5"

مجھے میرے پروردگار نے منع کیا ہے کہ میں کسی معاہدہ کرنے والے پر یا کسی دوسرے شخص پر ظلم کروں۔

من آمن رجلا علی دمھ ثم قتلھ فانا بری من القاتل وان کان المقتول کافراً "6"

ترجمہ: جس شخص نے کسی شخص کو جان کا امان دیا اور پھر اس کو قتل کر دیا تو میں اس سے بیزار ہوں اگرچہ مقتول کافر ہو۔

خلفاء راشدین کا تعامل صدیق اکبر کی ہدایات اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق ایک لشکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی امارت میں شام کی طرف روانہ فرمایا تو ان کو حسب ذیل ہدایات دیں۔

لا تخونوا ولا تغدروا ولا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا طفلا ولا شیخا کبیرا ولا امرأة ولا تعفروا نخلا ولا تحرقوا ولا تقطعوا شجرة مثمرة ولا تذبحوا شاة ولا بقرة ولا بعیرا الا لالکل وسوف تمرؤن باقوام قد فرغوا انفسهم فی صوامع فدعوهم وما فرغوا انفسهم له "7"

مسلمانوں اور غیر مسلموں میں عادلانہ مساوات:

قبیلہ بکر بن وائل کے ایک مسلمان نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ حضرت فاروق اعظم کے پاس مقدمہ پہنچا تو آپ نے حکم دیا کہ قاتل کو مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دیا۔ مقتول کا وارث جنیں تھا قاتل اسکو سپرد کر دیا گیا اس نے اسے قتل کیا۔

بیت المال سے غیر مسلم فقراء اور معذوروں کے لیے وظیفہ:

حضرت صدیق اکبر کے زمانے میں حیرہ فتح ہوا تو خالد بن ولید نے جو معاہدہ یہاں کے غیر مسلموں کو لکھ کر دیا اس میں یہ الفاظ تھے۔

ایما شیخ ضعف عن العمل واصابتہ آفة من الافات وکان غنیا فافتقر و صار اهل دینہ یتصدقون علیہ طرحت جزیئہ و عیل من بیت مال المسلمین و عیالہ ما اقام بدار الہجرہ او دار الاسلام۔ 8

ترجمہ: جو بوڑھا آدمی کمانے سے عاجز آگیا یا اس کو کوئی آفت پہنچ گئی جس کے سبب معذور ہو گیا یا پہلے مالدار تھا پھر مفلس ہو گیا اور اسکے ہم مذہب اس کو مستحق سمجھنے لگے تو اس سے ٹیکس معاف کر دیا جائے گا اور بیت المال سے اس کو اور اسکے خاندان کو بقدر کفالت وظیفہ دیا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن مسجد سے نکل رہے تھے کہ ایک نصرانی فقیر کو دیکھا جو بھیک مانگ رہا تھا حضرت عمر اس کے پاس گئے اور حال دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ کوئی انصاف نہ ہوا کہ تیری جوانی کے زمانے میں ہم نے تجھ سے ٹیکس وصول کیا اور جب تو بوڑھا ہو گیا تو اب تیری امداد نہ کریں اور اسی وقت حکم دیا کہ بیت المال سے اسے تاحیات گزارا دیا جائے۔

معاملات میں انصاف:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مصر کا ایک قبطی غیر مسلم حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں ایک فریادی ہوں اور ظلم سے پناہ لینے کے لئے آیا ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم بڑی پناہ میں آ گئے۔ گھبراؤ نہیں۔ پھر اس نے واقعہ بیان کیا کہ میں نے حضرت عمرو بن عاص کے بیٹے کے ساتھ گھوڑے دوڑ کی بازی لگائی۔ میں آگے بڑھ گیا تو صاحبزادے نے مجھے کوڑوں سے مارنا شروع کیا اور کہنے لگا کہ میں سردار کا بیٹا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی حدیث فرماتے ہیں یہ قبطی حضرت عمرو بن عاص کے بیٹے کو مار رہا تھا اور ہم اس پر راضی تھے کہ ضرور مارے۔ یہاں تک کہ اس نے خدا تھ روک لیا۔ اس کے بعد حضرت عمر نے ابن عاص سے فرمایا کہ:

منذکم تعبدتم الناس و قدولتہم امہاتہم احرارا "9"

ترجمہ: تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا۔ حالانکہ وہ اپنے ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے۔

ملک شام کے کاشتکار نے حضرت فاروق اعظم سے شکایت کی کہ اسلامی فوج نے اس کے کھیت کو پامال کر دیا ہے، فاروق اعظم نے اس کو دس ہزار درہم بیت المال سے دینے کا حکم دیا۔

جہاد شام کے زمانے میں حضرت فاروق اعظم مقام جابیہ میں قیام پذیر تھے، ایک غیر مسلم حاضر ہو کر شکایت کی کہ کچھ مسلمانوں نے اس کے باغ سے انگور توڑ لیے ہیں آپ فوراً اس شخص کے ساتھ باہر آئے، ایک مسلمان کو دیکھا کہ اپنی ڈھال میں کچھ انگور لیے باغ سے نکل رہا تھا، فاروق اعظم نے سخت لہجے میں فرمایا کہ تم بھی ایسے کام کرنے لگے ہو اس نے کہا بھوک کی وجہ سے ایسا کیا، فاروق اعظم نے اس سے انگوروں کی قیمت باغ والے غیر مسلم کو دلا کے راضی کیا۔

بعض اہل ذمہ کی غداری کے باوجود مسلمانوں کی رواداری:

سرد شام پر ایک شہر عربسوس نامی تھا یہ بھی معاہدہ صلح کے ساتھ مسلمانوں نے فتح کیا تھا۔ اسکی دوسری سردار روم سے ملی تھی یہاں کے عیسائی باشندے درپردہ ادھر کی خبریں رومیوں کو پہنچاتے تھے اس کے حاکم عمیر بن سعد نے حضرت عمر کو اسکی اطلاع دی۔ فاروق اعظم نے یہ فرمان بھیجا۔

"جس قدر ان کی جائیدادز مینیں، مویشی اور اسباب ہیں سب شمار کر کے ان کو دید و اور ان سے کہہ دو کہ کسی دوسری جگہ چلے جائیں اگر وہ اس پر راضی نہ ہوں تو ان کو ایک سال کی مہلت دے کر اس کے بعد جلا وطن کر دو۔"

مسلمانوں کا یہی حسن سلوک اور حسن معاملہ جس نے غیر مسلموں کے دلوں میں مسلم حکومتوں کے زیر سایہ رہنے کو اپنے ہم مذہبوں کی حکومت سے زیادہ عزیز بنادیا تھا۔

عام کتب تاریخ میں مذکور ہے حضرت عمرو بن عاص فاتح اسکندریہ و مصر جب اس فتح سے فارغ ہو کر بقصد فسطاط روانہ ہوئے تھے تو راستے میں مقام طرانہ پر ستر ہزار عیسائیوں اور پادریوں نے ان کا استقبال کیا، سب کے ہاتھوں میں پادریوں کی خاص علامت کی چھڑیا تھیں۔ اور سب نے ایک زبان ہو کر حضرت عمرو بن عاص کی اطاعت قبول کرنے اور ان کی حکومت میں وفاداری کے ساتھ رہنے کا اعلان کیا، حضرت عمرو بن عاص نے ان کو عہد نامہ لکھ کر دے دیا۔

غیر مسلموں کے لئے مذہبی آزادی:

عہد رسالت و خلفاء راشدین میں جتنے عہد نامے غیر مسلموں کے لیے لکھے گئے ان سب میں جہاں جان مال و آبرو کی حفاظت کے لیے بالکل مسلمانوں کی طرح مساویانہ طور پر ضمانت دی گئی وہیں ان کی مذہبی رسوم و شعائر کی آزادی کو بھی صاف الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے چند عہد ناموں کے چند الفاظ حسب ذیل ہیں۔

اہل جرجان سے معاہدہ:

جرجان فتح ہوا یہاں کے غیر مسلموں کو جو عہد نامہ لکھ کر دیا گیا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

لهم الامان على انفسهم واموا لهم ومللهم وشرائعهم لا يغير شىء من ذالك "10"

ترجمہ: ان کو ان کی جان، مال کا امن اور ان کے مذہب اور مذہبی آزادی دی جاتی ہے کہ اس میں کوئی تغیر نہ ہو۔

ماہ دینار:

حضرت حذیفہ بن یمان نے ماہ دینار والوں کو جو عہد نامہ لکھا اس کے الفاظ یہ ہیں:

لا يغيرون عن ملة ولا يحال بينهم وبين شرائعهم "11"

آذر بائیجان:

آذر بائیجان والوں کے عہد نامہ کے الفاظ یہ ہیں۔

الامان على انفسهم واموالهم وشرائعهم "12"

ترجمہ: ان کو امن دیا جاتا ہے ان کی جان مال پر اور ان کے مذہبی شرائع پر۔

موقان:

موقان والوں کے معاہدہ میں یہ الفاظ ہیں۔

الامان على اموالهم وانفسهم وملتهم وشرائعهم "13"

ترجمہ: انکو امن دیا گیا۔ ان کے مال جان اور مذہبی رسوم پر۔

ذمیوں سے ملکی انتظامات میں مشورہ:

حضرت عمر ہمیشہ ان انتظامات میں جن جن کا تعلق غیر مسلم اہل ذمہ سے ہوتا تھا۔ ان کے مشورہ اور استصواب کے بغیر کام نہ کرتے تھے عراق کا بندوبست جب پیش آیا۔ و بچی رئیسوں کو مدینہ بلا کر مال گزاری کے حالات دریافت کیے۔ مصر میں جو انتظامات کیے اس میں مقوقس سے اکثر رائے لی۔

عراقی زمینوں کے مالگداری وصول کرنے کے وقت بھی حضرت عمر کا یہ معمول تھا کہ وہاں کے اہل ذمہ رئیسوں کو بلا کر ان سے بحلف دریافت کیا جاتا تھا کہ مالگداری وصول کرنے میں ان پر کوئی سختی تو نہیں کی گئی "14"

خراج کا حکم

اہل ذمہ اپنی زمینوں کے مالک تو نہیں لیکن انہیں ان کی زمین بے دخل نہیں کیا جاسکتا اس قبضہ کی حیثیت، موروثی، ہوگی یعنی یہ قبضہ نسل در نسل ان کے ورثاء کو منتقل ہوتا رہے گا اس زمین سے متعلق آپس میں وہ بیع، رہن اور ہبہ کے معاملات بھی کر سکیں گے اور حکومت ان زمینوں سے اپنے مالکانہ حقوق ایک مناسب شرح خراج کی صورت میں وصول کرے گی۔

اور اس ٹیکس میں ایسی زیادتی کرنا جس کے سبب اہل ذمہ معاشی بد حالی کا شکار ہو جائیں اسلامی ریاست پر جائز نہیں۔

چنانچہ حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لعلکم تقاتلون قوما فیظہرون علیکم فیتقون باموالہم دون انفسہم و ابنائہم فتصالحون ہم علی صلح فلا تصیبوا منهم فوق ذالک فانہ لا یصلح "15"

اگر کبھی ایسا ہو کہ کسی قوم سے تمہاری جنگ ہو، پھر وہ تمہارے سامنے آکر اپنی اور اپنے بال بچوں جانیں بچانے کے لیے اپنا مال دینے پر تیار ہو جائیں، اور تم ان سے صلح کرو تو ایسی صورت میں جس چیز پر ان سے تمہاری معاہدہ ہوا ہو اس سے زائد کچھ نہ لینا کیونکہ وہ تمہارے لیے جائز نہیں۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

الا من ظلم معاہدا او انتقصہ او کلفہ فوق طاقتہ او اخذ منه شیء أبغیر طیب نفس فانما جحیحہ یوم القیامۃ "16"

خبردار رہو جو شخص کسی معاہدہ ذمی پر ظلم کرے گا یا زروئے معاہدہ اس کے جو حقوق ہیں انکے اندر کمی کرے گا یا اس پر اس کی برداشت سے زیادہ بار ڈالے گا یا اس سے اس کی رضا مندی کے بغیر کوئی چیز طلب کرے گا تو بروز قیامت میں خود اس شخص کے خلاف مدعی بنوں گا۔

اسی اصول کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران آنیلہ اذروعات ہجر اور دوسرے جن علاقوں اور قبیلوں کے ساتھ صلح کی ان سب کو ان زمینوں اور جائیدادوں صنعتوں تجارتوں پر بدستور بحال رہنے دیا اور صرف وہ جزیہ اور خراج ان سے وصول کرنے پر اکتفا کیا جس پر ان سے معاہدہ ہوا تھا پھر اسی پر خلفاء راشدین نے بھی عمل کیا۔

عراق شام، الجزائر، مصر، ارمینیا، غرض جہاں جہاں بھی کسی شہر اور کسی بستی کے لوگوں نے صلح کے طریقے پر اپنے آپ کو اسلامی حکومت کے حوالے کیا ان کی املاک بدستور ان کے قبضے میں رہنے دیا اور مال صلح یعنی جزیہ اور خراج کے سوا کوئی چیز کبھی وصول نہ کی گئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بعض اہم مصلحتوں کی بنا پر نجران کے باشندوں کو اندرون عرب سے شام و عراق کی طرف منتقل کیا گیا تو میں سے جس کے پاس نجران میں جس قدر

زرعی اور سکنی جائیداد اس کے بدلے میں نہ صرف اتنی ہی جائیداد اور دوسری جگہ اس کو دی گئی بلکہ حضرت عمرؓ نے اپنے شام و عراق کے گورنروں کے نام فرمان عام لکھا کہ جس علاقے میں بھی وہ جا کر آباد ہوں وہ

فلیوسعہم من خریب الارض "17"

فراخدی کے ساتھ افتادہ زمینوں میں سے ان کو دیں۔

خراج کی تشخیص میں اس امر کا لحاظ رکھا جائے کہ تشخیص کردہ خراج کا بار آسانی سے اٹھا سکیں اور کسانوں کی واقعی ضرورت ہے جو رقم زائد بچے خراج کی زد صرف اس پر پڑے کیونکہ

انما امرنا ان ناخذ عنهم العفو "18"

اس قائدہ کلیہ میں بھی کسی استثناء کی مثال عہد نبویؐ اور خلافت راشدہ کے نظائر میں نہیں ملتی چنانچہ پاسان مذہب حنفیہ حضرت ابو یوسف کو اپنی کتاب الخراج میں ایک قانونی دفعہ کے طور پر اس طرح ثبت فرماتے ہیں، غیر مسلموں میں سے جس قوم کے ساتھ اس بات پر صلح ہو کہ وہ مطیع ہوں اور خراج ادا کریں تو وہ اہل ذمہ ہیں، ان کی اراضی خراج ہیں، ان سے صرف وہی کچھ لیں گے جس پر صلح کی ان کے ساتھ عہد پورا کیا جائے گا اور ان پر کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ "19"

نیز یہ خراج زرعی زمینوں پر لگایا جائے گا جسے کسانوں کو آمدنی ہوتی ہے ذمیوں کے مکانات خراج سے مستثنیٰ ہیں۔

خراج کی وصولی کے لئے ذمیوں کے کپڑے گھر کے برتن خوراک کی مقدار کا غلہ بل بیل اور دوسرے زرعی آلات قبضے میں نہ لیں گے اور نہ ہی فرق کیا جاسکتا ہے۔ اہل ذمہ کو ظلم اور نا انصافی سے بچانے کے واسطے حکومت خراج کی تحصیل کا براہ انتظام براہ راست خود کریگی یہ کام بیچ کے آدمیوں، مثلاً نمبر داروں، انعام داروں، جاگیر داروں کو ٹھیکہ پر نہیں دے گی

امام ابو یوسف فرماتے ہیں:

جس زمین کو امام بزرگ شمشیر فتح کرے اس کے معاملے میں وہ باختیار ہے چاہے توفات فوج میں اسے تقسیم کر دے اس صورت میں وہ عشری زمین ہوگی۔ اگر وہ تقسیم کرنا مناسب نہ سمجھے اور بہتر یہ خیال کرے کہ اسے اس کے پرانے باشندوں کے ہاتھوں میں رہنے دے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے عراق میں کیا ایسا اختیار بھی رکھتا ہے۔ اس صورت میں وہ زمین خراجی ہوگی۔

مذکورہ بالا عبارت میں جو ذمی مراد ہیں وہ ذمی ہیں جو آخری وقت تک جنگ کرتے رہے اور شکست کے بعد عملاد می بنانے کے بعد ان کو جو حقوق ملے وہ مالکانہ حقوق سے کچھ مختلف نہ تھے وہ انہی رقبوں پر قابض رہے جن پر پہلے تھے۔

جب مصر و عراق کے وسیع علاقے تو کچھ صحابہ نے حضرت عمرؓ سے مطالبہ کیا کہ ان علاقوں کی زمینیں خیبر کی طرح فوج میں تقسیم کی جائیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے انکار کیا اور حضرت علیؓ، عثمانؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ جیسے اکابر نے اس معاملے میں ان کی تائید کی اس کی وجہ کیا تھی؟ اس کا جواب حضرت معاذ کی تقریر ہے۔

گر آپ اسے تقسیم کریں گے تو خدا کی قسم اس کا نتیجہ وہ ہو گا کہ آپ ہر گز پسند نہیں کریں گے۔ بڑی بڑی زرخیز زمینوں کے ٹکڑے فوج میں تقسیم ہو جائیں گے۔ پھر یہ لوگ مرکھپ جائیں گے اور کسی کی وارث عورت ہوگی اور کسی کا وارث بچہ ہوگا پھر جو دوسرے لوگ اسلام کی سرحدوں کیلئے اٹھیں گے انہیں دینے کے لئے حکومت کے پاس کچھ نہ ہو گا لہذا آپ وہ کام کریں جس میں آج کے لوگوں کے لئے بھی گنجائش ہو اور بعد والوں کے لئے بھی۔ "20"

حضرت علی نے فرمایا ملک کی کاشت کار آبادی کو اس کے حال پر رہنے دیجیے تاکہ وہ سب مسلمانوں کے لیے معاشی قوت کا ذریعہ ہوں۔ "21"

حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس زمین کو تم لوگوں پر تقسیم کر دوں اور بعد والوں کو اس حال میں چھوڑ دوں کہ ان کا اس میں کچھ حصہ نہ ہو۔ آخر بعد کی نسلوں کے لیے کیا رہے گا؟ کیا تم لوگ چاہے ہو کہ آئندہ نسلوں کے لیے کچھ نہ رہے؟ مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر میں اسے تمہارے درمیان تقسیم کر دوں تو تم پانی پر آپس میں فساد کرنے لگو گے۔ "22"

اس بنیاد پر جو فیصلہ کیا گیا وہ یہ تھا کہ زمین اس کے سابق باشندوں کے پاس ہی رہنے دی جائے، ان کو ذمی بنا کر ان پر جزیہ و خراج لگا دیا جائے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عراق کے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص کو تلقین کرتے فرمایا کہ،

فانظر ما اجبلوا به عليك في العسكر من كراع او مال فاقسمه بين من حضر من المسلمين اترك الا ارضين والانهار لها ليكون ذلك في اعطيات المسلمين فاننا ان قسمناها بين من حضر لم يكن لمن بعد هم شئ "23"

جو کچھ اموال منقولہ سپاہیوں نے دوران جنگ بطور غنیمت حاصل کیا اور لشکر میں جمع کر دیے ہیں تو انہی لوگوں میں تقسیم کر دو جو جنگ میں شریک ہوئے تھے۔ مگر نہروں اور زمینوں کو انہی لوگوں کے ہاتھوں میں رہنے دو جو ان پر کام کرتے تھے تاکہ وہ مسلمانوں کی تنخواہوں کیلئے محفوظ رہیں۔

جزیہ دو قسم پر ہے۔ پہلی قسم تو یہ ہے کہ کفار کے ساتھ صلح کی صورت میں ان کی رضامندی سی جتنے مال پر اتفاق ہو جائے جیسا کہ اہل نجران کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ کیونکہ یہ باہمی رضامندی سے ہوا تھا لہذا ایسی صورت میں جتنی مقدار پر اتفاق ہوا ہو اس سے تجاوز کرنا ٹھیک نہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ امام مقرر کرے گا جب کہ بعد از قتال کفار پر غلبہ پانے کے اور برقرار رکھے ان کو ان کی املاک پر پس اہل ذمہ میں سے جو غنی ہے اس پر سال میں ۴۸ درہم اور جو متوسط طبقے سے تعلق رکھتا ہو اس پر سال میں چوبیس درہم ہونگے اور جو فقیر کماتا ہے اس پر سال میں ۲ درہم ہیں اور ہر مہینے ایک درہم لیا جائے گا احناف کے نزدیک۔

جزیہ صرف ایسے مردوں پر لگایا جاتا ہے جو قومی خدمت کے قابل ہوں، خواتین اور بچے اس سے مستثنیٰ ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ شام سی واپس آرہے تھے دیکھا کہ راستے میں کچھ آدمی کھڑے تھے دریافت کرنے سے پتہ چلا کہ جزیہ ادا نہ کرنے پر انھیں سزا دی جا رہی ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ ادائیگی کے قابل ہیں۔ آپ نے عاملوں سے سختی سے ظالمانہ روش پر ڈانٹا اور فرمایا ان کو چھوڑ دو اور ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دو، اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگوں کو عذاب میں نہ ڈالو اس لئے کہ جو لوگ دنیا میں انسانوں کو عذاب میں مبتلا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو عذاب میں مبتلا کریگا۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیے کہ ان کو سزا سے نجات دی صرف اتنا نہیں بلکہ اہل ذمہ کے نادار مذہبی لوگوں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا۔ "24"

لیکن اشخاص کی حیثیت سے لگایا جاتا ہے۔ چونکہ فقہی اصول یہ مقرر کیا گیا ہے کہ

ليس في اموال اهل ذمتها الا العفو "25"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جزیہ کا بہت سامال پیش کیا گیا، حضرت عمر نے فرمایا کہ مجھے یہ خیال آرہا ہے کہ لوگوں کو برباد کر کے یہ مال جمع کیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا بخدا ایسا نہیں ہوا ہم نے یہ ان کی حاجات سے فاضل مال سے بخوشی ان سے وصول کیا ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ بغیر مار پیٹ اور ہاتھ پیر بند ہے؟ سب نے عرض کیا بیشک بغیر ایذا کے، تب حضرت عمر نے فرمایا کہ اس خدا کا بے حد شکر گزار ہوں جس نے میرے ہاتھ سے

ایسے کام نہیں کروائے اور نہ میرے خلافت میں اس قسم کے مظالم ہو سکے "26"۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے زمانہ میں حکم جاری فرمایا کہ اگر کوئی شخص بھاگ گیا یا مر گیا تو اس کے ذمہ جزیہ کی رقم جو واجب الادا تھی وہ اس کے وارثوں سے وصول نہیں کی جائے گی۔

جزیہ چونکہ جان و مال کی حفاظت کا ٹیکس ہے اس وجہ سے جب کبھی ایسا ہوا کہ مسلمان یہ ذمہ داری لینے کے بعد اس سے عہد برائے ہو سکے تو انہوں نے جزیہ واپس کر دیا۔ حضرت ابو عبیدہ کی گورنری میں شام کے بعض مقامات پر رومیوں کی ایسی یورش ہوئی کہ مسلمانوں کو وہاں سے ہٹا پڑا تو حضرت ابو عبیدہ نے اہل ذمہ کا جزیہ واپس کر دیا اس پر ذمیوں نے دعا کی کہ خدا تم کو رومیوں پر غالب کرے، اور پھر اہل ذمہ اپنا مال واپس لائے اور کہا جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ بھی لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ اہل ذمہ چونکہ فوجی خدمت سے مستثنیٰ ہیں۔ اس وجہ سے اگر ذمیوں نے اپنی مرضی سے کوئی فوجی خدمت سر انجام دی ہے تو اس دوران ان سے جزیہ ختم ہو گا۔ نیز اگر کسی ذمی نے اپنی ذہنی اور دماغی قابلیت سے ریاست کو کوئی فائدہ پہنچایا تو وہ جزیہ سے مستقل طور پر بری ہو گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قاہرہ سے احمر تک جو نہر نکالی گئی اس کے نقشہ کی تیاری میں ایک ذمی سے مدد ملی تھی، اس لیے اس سے جزیہ ختم کیا گیا تھا۔ "27"

اہل ذمہ کا بیت المال میں حق:

جوان اہل ذمہ اپنے محاسن کے حصول سے عاجز ہو جائیں ان کے لیے ان کی ضروریات کے مطابق اسلامی بیت المال سے وظیفہ جاری کیا جائے گا حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے اپنے عامل عدی بن ارطاہ کو حکم بھیجا کہ تمہارے حلقہ میں جو اہل ذمہ ہیں ان کے حالات معلوم کرو، جو بوڑھے ہو چکے ہیں اور کمانے کے قابل نہیں ان کے لیے ان کی ضرورت کے مطابق خرچ کرو گے۔ معلوم ہوا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بوڑھے ذمی کو دیکھا کہ وہ در بدر بھیک مانگ رہا تھا آپ نے اس سے فرمایا کہ ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا ہم نے جوانی میں تم سے جزیہ وصول کیا اور بڑھاپے میں نظر انداز کیا۔ اس کے بعد آپ نے بیت المال سے اس کا وظیفہ جاری فرمایا۔

اہل حیرہ سے حضرت خالد نے یہ ذمہ لیا تھا کہ تم میں سے جو بوڑھا ہو جائے یا اس پر کوئی آفت آجائے گی یا جو شخص مالدار رہنے کے باوجود غریب ہو جائے گا وہ جب تک دارالاسلام میں رہے گا تو اس کی اور اسکے بیوی بچوں کی کفالت بیت المال سے کی جائے گی، اگر کوئی ذمی دشمن کے قبضے میں آجائے اور اس کو فدیہ دینے کی ضرورت پیش ہو تو اس کا فدیہ بھی بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔ "28"

خلاصہ کلام

اسلام میں اخلاق کی بلندی، اصول اور مساوات کی برتری اور تکریم انسانیت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ہم نے اجمالاً اہل ذمہ کے بنیادی حقوق جو کہ شریعت اسلامی میں روار کھے گئے اور جن کی ذمہ داری اسلامی حکومت پر لاگو ہوتی ہے۔ ہم نے یہاں پر وہ تمام باتیں بیان کی ہیں جن میں ذمیوں کے حقوق اسلام میں واضح طور پر بیان کی ہیں اس فیصلہ ارباب حل و عقد کریں گے اگر فرو گزاشت ہم سے ہو گی تو رب کریم ہمیں معاف فرمائے۔

ہم ملت اسلامیہ پاکستان سے اظہار افسوس کر رہے ہیں کہ ہم مسلم دنیا کی اخلاقی و روحانی رہبری کے بجائے خود اندرونی انتشار اور اخلاقی بد نظمی میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ ہماری عام آبادی شہوانیت اور نفس پرستی کے دہارے میں چلی جا رہی ہے ہم ایسے مریضانہ تھلیا کے گہرے سائے میں سکون و اطمینان تلاش کر رہے ہیں، جہاں دین کی اصلاح کی تعلیم ہماری نظروں سے اوجھل ہو گی ہر ایک قدم پر ایک نیا نظریہ پیدا ہونے لگا یہاں تک کہ ہماری ساری فضا میں ذہن کی ان پر فریب تخلیقوں سے گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا رہا ہے جبکہ بانی شریعت کے سادہ اور بلند اخلاق دروس و مشاغفہ کے انبار تلے دبے جا رہے ہیں، جبکہ ایسا نہ ہونا چاہیے۔

حوالاجات:

- ﴿١﴾ سورة مائده پارہ ٦
- ﴿٢﴾ سورة بقرہ پارہ ٢
- ﴿٣﴾ رواہ احمد فی مسندہ
- ﴿٤﴾ کنز العمال ص ٢٠٠، ج ٢
- ﴿٥﴾ رواہ نسائی، بخاری فی التاريخ
- ﴿٦﴾ الاسلام روح المدينه ١٢١
- ﴿٧﴾ کتاب الخراج امام ابو یوسف ص ٨٥
- ﴿٨﴾ الاسلام روح المدينه ١٢١
- ﴿٩﴾ تاريخ طبری
- ﴿١٠﴾ ايضا
- ﴿١١﴾ ايضا
- ﴿١٢﴾ الفاروق - ص ١٤١
- ﴿١٣﴾ الفاروق شملی نعمانی و ١٤١ بحوالا مقريزي جلد اول ص ٤٧
- ﴿١٤﴾ ابوداؤد، ص ٢٦٨ - امام ابوداؤد سليمان بن اشعث
- ﴿١٥﴾ موطا امام مالک، ص ٣٨٤، امام مالک بن انس
- ﴿١٦﴾ کتاب الاموال، ص ١٨٩ امام ابی عبید
- ﴿١٧﴾ اخرج ص ٣٥ - قاضی امام ابویو
- ﴿١٨﴾ ايضا - ص ٣٢
- ﴿١٩﴾ الهدایه - ص ٥٤٧ ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغزانی
- ﴿٢٠﴾ ايضا - ص ٥٤٦
- ﴿٢١﴾ کتاب الاموال - ص ٤٢٢ - امام ابی عبید
- ﴿٢٢﴾ تاريخ الخلفاء - ص ٥٢٦ - امام جلال الدین سیوطی
- ﴿٢٣﴾ فقه السنه - ص ٩٢ - ڈاکٹر یوسف قرضاوی

﴿٢٥﴾ احکام القرآن ص- ١٣٣، ١٣٥ - جلد ١ ابو بکر بن علی حساس رازی حنفی۔

﴿٢٦﴾ ابو داود ص ١٢ - امام ابو داود سلیمان بن اشعث۔

﴿٢٧﴾ سنن کبریٰ - ص ٣٣ - جلد: ٨ - امام ابو بکر احمد بن حسین بہیقی

﴿٢٨﴾ الحاوی الفتاویٰ، ص ٢٢، جلد ٢ - علامہ جلال الدین سیوطی